بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قدامت پسندی اور تجدد پروری

بقلم مولانا نذیر الحق صاحب (میرٹھی) خطیب مسجد لیاقت میڈیکل کالج ۔ جام شورو ۔ ضلع دادو (سندھ)

یوں تو ہمارے یہاں بہت سے اندرونی فتنے پھیلے ہوئے ہیں جنہوں نے ہم مسلمانوں کو دین سے دور اور اخلاق سے متنفر کر رکھا ہے ۔ اور جن کی وجہ سے مخلص و باشعور علماء و صلحاء کی اصلاحی و تبلیغی کوششیں کامیاب نہیں ہوئیں ۔ لیکن میں سمجھتا ہوں تمام فتنوں کی جڑ دو چیزیں ہیں، قدامت پسندی اور تجدد پروری ۔ اس سے پہلے کہ میں ان کے متعلق کچھ عرض کروں یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ فتنہ سے میری کیا مراد ہے ۔ اور قدامت پسندی و تجدد پروری کیا ہے؟

لفظ "فتنہ" کے متعلق میں کوئی لمبی چوڑی لغوی اور اصطلاحی بحث نہیں چھیڑتا ۔ یہ چیزیں تو اہل علم ہی کو زیب دیتی ہیں، عوام کا ان سے کیا تعلق ۔ لفظ فتنہ کی علمی بحث سے مجھ کم علم نے جو کچھ سمجھا وہ یہ ہے کہ ہر وہ عقیدہ اور ہر وہ عمل جو کتاب و سنت کے معیار پر پورا نہ اترتا ہو ۔ جس کی تصدیق عقل سلیم نہ کرتی ہو ۔ اور جس سے مسلمانوں کو کوئی دنیوی و اخروی فائدہ حاصل نہ ہو ۔ وہ فتنہ ہے ۔ ایسے عقائد و اعمال ہمارے یہاں بہت سے ہیں ۔ جن کا مسلمانوں کی اکثریت کے دل و دماغ پر قبضہ ہے ۔ جو ان کے دنیوی اصلاح ترقی اور اخروی نجات و فلاح کی راہ میں بہت بری طرح حائل ہیں ۔ اور جن کی شہرت و مقبولیت نے تمام علمائے حق کو مصلحت کوش اور بہت حد تک ناکارہ بنا رکھا ہے ۔

ایسے عقائد و اعمال کے ظہور و شیوع کے اسباب و علل کی نشاندہی میرے موضوع سے خارج ہے ۔ کہنا صرف یہ ہے ۔ کہ یہ زمانہ فتنوں سے بھرپور ہے جس کا پورا پورا اور صحیح نقشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں اور فتنوں سے متعلق احادیث صحیحہ میں موجود ہے ۔ جس کا جی چاہے وہ صحاح ستہ کے ابواب الفتن کو دیکھ لے اور اپنے دین و ایمان کی خیر منائے ۔

میں سمجھتا ہوں انہی فتنوں میں سے ایک فتنہ قدامت پسندی اور دوسرا تجدد پروری بھی ہے ۔ ان دونوں فتنوں نے ہمارے قدیم و جدید اہل علم کو اسلام کی راہ راست سے دور کر رکھا ہے ۔ اور ان کی بات بات میں بحث و نزاع سے اسلام بدنام ہو رہا ہے ۔ اور محتاج اصلاح مسلمان اپنے چارہ گروں کی جان کو رو رہے ہیں ۔

مسلمانوں کی بدبختی و محرومی

یہ مسلمانوں کی بڑی بدبختی اور محرومی ہے ۔ کہ ایک دین کے پیرو جن کا خدا ایک رسول ایک قرآن ایک، قبلہ ایک اور نفع نقصان ایک ہے، ان کے درمیان اختلاف اور باہمی بغض و عناد کی ایک ایسی وسیع خلیج حائل ہو گئی ہے ۔ جو کسی طرح پاٹی نہیں جا سکتی ۔ عوام کو چھوڑیئے وہ کالانعام کہلاتے ہیں ۔ رونا تو سوچنے سمجھنے والے پڑھے لکھے لوگوں کا ہے، جو اپنے آپ کو اسلام کا محافظ، مسلمانوں کا پاسبان

اور اسلام کی نمائندگی و ترجمانی کا واحد اجارہ دار سمجھتے ہیں۔ افسوسناک اور جگر خراش بات یہ ہے کہ وہ بھی اصولی مسائل تک میں انتہا درجہ کا اختلاف و تضاد رکھتے ہیں۔

تجدد پرور حضرات کو چھوڑیئے، خود ہمارے قدامت پسند بزرگ آپس میں بڑا اختلاف و تضاد رکھتے ہیں۔ اُن کی تنگ نظری تنگ دلی، رشک و حسد، نفاق آرائی، فرقہ پروری، خود غرضی اور تکفیر بازی سے کون دردمند مسلمان ناواقف ہے۔ سب ہی اُن کی دینی خدمت کی حقیقت اور تقدس مآبی سے بخوبی واقف ہیں، مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے یہاں اُنہی کا طوطی بول رہا ہے اُنہیں کو عاشق اسلام، محافظ اسلام اور مجاہد حق و حریت سمجھا جاتا ہے، اور جو قابل احترام اور لائق تحسین و آفرین علمائے حق فی الحقیقت دین کے خادم، اسلام کے محافظ اور مسلمانوں کے سچے ہمدرد و خیر خواہ ہیں ان کو کوئی جانتا ہی نہیں۔ یار لوگوں نے مخلص و ریاکار میں تمیز کرنے اور پرکھنے کا سرے سے کوئی معیار ہی نہیں رکھا۔

ذرا اختلاف و نزاع کی وسعت و ہمہ گیری کا اندازہ لگائیے کہ ایک ہی عقیدہ اور مدرسہ فکر رکھنے والے علماء کے دو گروہوں میں حیات النبیؐ کے مسئلہ پر بحث چل رہی ہے اور نوبت بغض و عناد تک پہونچ گئی ہے۔ فرمایئے یہ ہے ان کی دینی خدمت؟

میں اس مذہبی اختلاف اور فرقہ بندی کا ماتم کرنا نہیں چاہتا۔ مقصودِ مدعا کے لئے اس کی طرف اشارہ کافی ہے مجھے تو سب سے بڑا اختلاف اور تباہ کُن روش قدیم و جدید خیال کے اہل علم میں دکھانی اور اپنے محترم بزرگان دین کو اُس کی طرف متوجہ کرنا ہے۔ اور دردمندانہ گزارش کرنی ہے کہ اگر اصلاح معاشرہ اور اقامت دین کی راہیں صاف و ہموار کرنی ہیں، تو اس زہر کا تریاق لایئے۔ اور وہ زہر قدامت پسندی اور تجدد پروری ہے۔

قدامت پسندی کیا ہے؟

مسلمان صدیوں سے بے نظام اور بے امام چلے آرہے ہیں، منصب امامت کا بلند مقام اور اقامت دین کا نصب العین کھو کر جی رہے ہیں، یہ بے نظامی اور بے مقصدی ہی ان کی تمام خرابیوں اور کمزوریوں کی جڑ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے یہاں غیر اسلامی تصوف و رہبانیت، ایرانی سبائیت اور عجمی اثرات تو پہلے ہی سے چلے آرہے تھے۔ اور ہمارے بڑے بڑے محقق علماء تک کے لئے یہ مشکل امر تھا کہ وہ اسلامی عقائد و اعمال اور غیر اسلامی عقائد و اعمال میں خط امتیاز کھینچ کر یہ بتلا سکیں یہ اسلام ہے اور یہ غیر اسلام۔ اس قیامت پر قیامت یہ کہ ہم پر مغربی تہذیب و تمدن، مغربی علوم و فنون اور الحاد و دہریت کا بھرپور اور شدید حملہ ہوا وہ ہمارے فکر و عمل کی کمر توڑ گیا۔ ہمارا اہل علم طبقہ دو گروہوں میں منقسم ہو گیا۔ ایک طرف قدیم تعلیم یافتہ حضرات جن کو علمائے کرام کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دوسرا جدید خیال اور جدید تعلیم سے متاثر تعلیمیافتہ حضرات کا گروہ، یہ مولانا و مسٹر آپس میں ایک ایک مسئلہ پر گتھ گئے،

پرانے خیال کے علماء یہ چاہتے ہیں کہ مسلّمہ قدیم معتقدات، مذہبی روایات اور پرانے طور طریقوں میں کسی طرح کی مداخلت نہ ہو، کوئی تبدیلی اور اصلاح نہ ہو، کیونکہ باب اجتہاد مقفل ہے، بس یہ دیکھا جائے کہ کوئی چیز کتاب و سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو بس وہی صحیح اور حق ہے۔ اس کو عقلیت کی سان پر چڑھانا۔ اس کی نئی توجیہہ و تعلیل کرنا اور اس کو غور و فکر کی کاوشوں کا نشانہ بنانا، فتنہ انگیزی اور گمراہی ہے۔ اسلام کے احکام و منصوص کو جوں کا توں

قیامت تک قائم رکھنا ہمارا فرض ہے۔ ان کو اسی طرح جاری رہنا اور نافذ ہونا چاہیئے۔ جس طرح وہ چلے آرہے ہیں یعنی اسلام تو ایک طرح کی آزمائش ہے۔ اور احکام و مسائل کی مجوزہ پابندیاں اس لئے عائد کی گئی ہیں۔ کہ یہ معلوم ہو کون مسلمان ہے اور کون نامسلمان۔

قرآن کے حقائق و معارف اور قوانین و ضوابط کے متعلق صحیح طور پر جو کچھ سمجھنا اور سمجھانا تھا۔ بس وہ سب کچھ سلف صالحین نے سمجھ لیا اور سمجھا دیا۔ اس کو اسی طرح سمجھنا چاہیئے۔ جس طرح انہوں نے سمجھایا۔ اب قرآن کے نئے نئے معانی اور حقائق و معارف پیدا کرنا ضلالت و گمراہی ہے۔

احادیث کی چھان بین اور جرح و تعدیل کا جو کام ضروری تھا وہ محدثین، آئمہ مجتہدین اور شراح حدیث نے کر دیا اب کسی حدیث میں کوئی خامی، کوتاہی اور کمزوری نکالنا فتنہ کھڑا کرنا ہے۔ لہٰذا جس کو پہلوں نے صحیح کہا۔ اس کو تم بھی صحیح سمجھو اور جس کو غلط کہا ہے۔ اس کو غلط کہو، اپنی عقل و فکر کی بیچ میں ٹانگ نہ اڑاؤ۔

فقہ کا کام جو ہونا تھا وہ ہو چکا، اس کا جو سرمایہ ہمارے پاس موجود ہے وہ قیامت تک کے لئے کافی ہے اس میں ترمیم و تنسیخ اور حک و اضافہ کی ضرورت نہیں، نئی فقہ کی تدوین کی ضرورت نہیں، احکام کے جو نئے نئے پہلو اور مسائل پیدا ہوں اُنہیں کھینچ تان کر پُرانی ڈگر پہ لے آؤ، رہے عصرِ حاضر کے تقاضے اِن کو بھی پُرانے احکام و مسائل کے تابع کر دو۔

یہ ہے قدامت پسندی جو ہر قسم کی فکر و رائے، اصلاح و ترقی اور اجتہاد کے دروازے جائز اور ناجائز طور پر بند کئے ہوئے ہے۔

اب اس کے مقابلہ میں تجدد پروری کی حقیقت بھی سُن لیجئے:۔

تجدّد پروری سے کیا مُراد ہے؟

اس کے مقابلہ میں جدید خیال اور جدید تعلیم سے متاثر ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے۔ جو پُرانے احکام و مسائل میں ایک نیا نظریہ اختیار کرنا چاہتا ہے، سابقہ اعتقادات اور قدیم فلسفۂ مذہب کو موجودہ علوم و فنون اور ضروریات کے دور میں ناکافی اور ترمیم و اصلاح کے قابل سمجھتا ہے۔ مجوزہ احکام و مسائل کی اُلجھی پابندیوں کو دور اور کچھ کا اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ اور نئی نئی راہیں پیدا کرنے پر مُصر ہے۔

اس طبقہ میں زیادہ تعداد تو اُن لوگوں کی ہے جو دِل و دماغ کے اعتبار سے انگریز ہیں، اقوام یورپ کی نقالی اور اندھی پیروی جن کا طرۂ امتیاز ہے، جو اسلامی علوم و فنون اور مقاصد و مطالبات سے بہت حد تک نا آشنا ہیں، وہ تو بس اپنے ذاتی رجحانات اور خواہشات کی تسکین کا سامان چاہتے ہیں، اور اپنی تہذیب و روایات سے بیزار ہیں، وہ تو ناقابلِ التفات ہیں، وہ ہمارے مخاطب سے خارج ہیں، وہ درحقیقت اسلام پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ بلکہ اور اُلٹا ہر چیز کا مذاق اُڑاتے اور اسلام ہی کو زوال و انحطاط کا سبب گردانتے ہیں، اِن کا وجود مسلمانوں کے دامن پہ ایک ایسا بدنما دھبہ ہے جو مٹائے نہیں مٹتا۔

اِن کے علاوہ تھوڑے سے ایسے مخلص و باشعور اہل علم بھی ہیں، جو اسلامی بصیرت و ذہنیت رکھتے ہیں، اسلامی علوم و فنون سے واقف ہیں، سچے دل سے مسلمان رہنا اور مسلمان ہی مرنا چاہتے ہیں، اسلام کی بہتری، اس کی حفاظت اور اس کی اشاعت کا جذبہ رکھتے ہیں، مسلمانوں کی اصلاح و ترقی اور ملک کا استحکام چاہتے ہیں۔ یہ لوگ، یہ لوگ بڑے احتیاط کے ساتھ قدیم معتقدات و اعمال کو جدید لباس پہنانا چاہتے ہیں، اور میں انہی کو تجدد پرور سمجھتا ہوں۔ اور ان کی خواہش و کوشش کو تجدد پروری کہہ رہا ہوں،

دو گروہوں کی آویزش

یہ قدامت پسند اور تجدد پرور بہت سے مسائل میں اختلاف و تضاد رکھتے ہیں، اسی اختلاف و تضاد کا نتیجہ ہے کہ ہمیں گزشتہ بارہ سال میں صحیح معنوں میں اسلامی دستور نہ مل سکا اور نہ آئندہ اس کی اُمید۔ جب تک یہ قدامت پسندی اور تجدد پروری کسی ایک نقطۂ حق و اعتدال پر جمع نہ ہو، میرا خیال ہے ہمیں قیامت تک بھی صحیح اسلامی دستور نہیں مل سکتا۔

اِن دونوں کی پسند و ناپسند، فکر و بصیرت اور طریق فکر و استدلال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں تعددِ ازدواج، غلامی، لونڈیوں کا مسئلہ، سود اور ثقافت وغیرہ مسائل مابہ النزاع بنے ہوئے ہیں، یہ تو میں نے چند اُبھرے ہوئے مسائل کا نمونۃً نام لیا ہے۔ ورنہ ان دونوں طبقوں میں بہت سے معاشی، سیاسی، تمدنی اور معاشرتی مسائل مابہ النزاع ہیں، نیز اسلام کے اصول و مقاصد میں بھی اختلاف ہے۔

اِن دونوں طبقوں میں سے کسی طبقہ کے متعلق بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ سو فیصدی صداقت پر ہے، خود غرضی اور سخن پروری کا عنصر دونوں طرف غالب ہے، اگر قدامت، تنگ خیالیاں اور سخت گیریاں قابل صد ماتم ہیں، تو تجدد کی بے اعتدالیاں اور سینہ زوریاں کچھ کم تاسف انگیز نہیں۔ دونوں طرف اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو راہِ حق و اعتدال پر ہیں، مگر اُن کی سُنتا کوئی نہیں،

اگر صورت حال یہی رہی تو احیاءِ اسلام کا خواب کبھی بھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا اور اصلاح معاشرہ کا کام کبھی بھی اور کسی درجہ میں بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں بڑے درد و سوز، عجز و نیاز اور ادب و احترام کے ساتھ "ندائے حق" کے ذریعہ حضرات علمائے کرام اور ارباب دانش و بینش کی خدمت میں ملتجی ہوں کہ وہ اپنی علمی و عملی کوششوں میں حق و اعتدال پیدا کریں، عقل و نقل میں مطابقت پیدا کرنے کا معیار و طریقہ تجویز کریں۔ دونوں ٹھنڈے دل سے ایک دوسرے کی بات اور دلائل سمجھیں، خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل پیرا ہونے میں بخل اور طائفی عقیدت سے کام نہ لیں۔ دونوں آپس میں مل بیٹھیں اور پھر سر جوڑ کر اصلاحِ معاشرہ کا کام کریں۔ ہماری قوم اخلاقی زوال کی اُس حد تک پہونچ چکی ہے جہاں پہونچ کر قومیں مٹ جایا کرتی ہیں۔ خدارا قوم کو سنبھالئے۔ وہ اخلاقی تعلیم و تربیت کے آبحیات کی پیاسی ہے، اُسے وہ آبِ حیات پلایئے۔ آخر آپ نظری مسائل میں کب تک اُلجھے رہیں گے،

دیکھئے آج الحاد و دہریت، فسق و فجور اور نفس پرستی کے ہاتھوں دنیا تباہی کے کنارے آ لگی ہے۔ اس کو تباہی سے بچایئے۔ سائنٹفک ترقی نے اسلام کی صداقت و برتری کی راہیں کھول دی ہیں، اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا وسیع و ہمہ گیر ادارہ پیدا کیجیے، کہ یہی آپ کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا فرض ہے۔

وما علینا الا البلاغ